یونین سازی کے شرعی اصول

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

تمہید:

اسلامی قانون کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ایک حصہ تو وہ ہے جو منزل من اللہ ہے اور کتاب وسنت پر مشتمل ہے۔یہ حصہ پائیدار اور غیر متبدل (Rigid) ہے۔یہی اسلامی شریعت ہے جو تا قیامت اسی طرح برقرار رہے گی کسی شخص یا کسی ادارے کو،خواہ یہ ادارہ کسی مسلمان ملک کی قومی اسمبلی ہی کیوں نہ ہو،اس حصہ میں تغیر وتبدل یا ترمیم وتنسیخ کا کچھ بھی اختیار نہیں۔اصطلاحی زبان میں اس حصہ کو منصوص کہا جاتا ہے۔اسلامی قانون میں پائیداری اور استحکام اسی حصہ کی بنا پر قائم ودائم ہے۔

اسلامی قانون کا دوسرا حصہ قابل تغیر وتبدل (Flexible) ہے اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق تغیر وتبدل کا اثر قبول کر لیتا ہے۔زمانہ کے تقاضے چونکہ ہر آن بدلتے رہتے ہیں۔لہذا اس حصہ میں اثر پذیری کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔یہ بھی دراصل کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہوتا ہے۔اسلامی فقہ اسی حصہ کا محسوس مظہر ہے۔جو کتاب وسنت میں اجتہاد اور قیاس واستنباط کے ذریعہ معرض وجود میں آئی ہے۔اس حصہ کے متبدل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ مدون شدہ اسلامی فقہیں چار ہیں اور اگر ان میں فقہ جعفریہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو پانچ بن جاتی ہیں جبکہ شریعت ،جو کتاب وسنت پر مشتمل ہے۔صرف ایک ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ بوقت ضرورت زمانہ کے تقاضوں کے مطابق کوئی نئی فقہ بھی مدون کر سکتی ہے۔اور جزوی طور پر تو جدید مسائل میں ایسا ہوتا بھی رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔اصطلاحی زبان میں اس حصہ کو منصوص کے مقابلہ پر مسکوت عنہ کہا جاتا ہے۔مسکوت عنہ کا مطلب یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں کتاب وسنت میں کوئی نص واضح حکم)موجود نہیں ہے۔لہذا ہمیں ایسے نصوص کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے جو اس مسئلہ سے قریب قریب یا اس سے ملتے جلتے ہوں یا اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتے ہوں۔ایسی ہی نصوص میں

☆سب اعدائك لك وشتم حسادك يساوي قيمتك لانك اصبحت شيئا مذكورا اورجلا مهما.☆

غور وفکر کے بعد اس نئے مسئلہ میں شرعی حکم لگایا جاتا ہے اور نصوص سے دلائل مہیا کیے جاتے ہیں۔ ہمارا موضوع بھی اسی دوسرے حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔

تعارف موضوع اور یونین سازی کے مقاصد

دنیا بھر میں آج کل کئی قسم کی یونینیں (Unions) رائج ہیں۔ جنھیں تین بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مزدور یونین، ٹریڈ یونین اور طلبہ یونین۔ یونین سازی کا مقصد اپنے مزعومہ فریق مقابل سے اپنے حقوق کو تسلیم کروانا اور ان کا تحفظ ہوتا ہے۔ مثلاً لیبر یا مزدور یونین کے عموماً تین بڑے بڑے مقاصد ہوتے ہیں۔

۱۔ ان کے اوقات کار کا مناسب تعین ہو اور مستقل یا عارضی چھٹیوں کے حقوق کا تعین ہو۔

۲۔ ان کے مالک یا صنعت کار اور کارخانہ داران کا معاشی استحصال نہ کریں اور ان کی محنت کا مناسب معاوضہ دیں۔

۳۔ ہر آن بڑھتی ہوئی گرانی سے نپٹنے کے لیے ان کی تنخواہوں میں اسی تناسب سے اضافہ کیا جاتا ہے۔

ٹریڈ (Trade) یا پیشہ ورانہ یونین کا مقصد یا تو اپنی فروختنی یا کرایہ کی اشیاء کے نرخوں کا تعین ہوتا ہے جیسے خیمہ ساز اور کراکری والے دکاندار سب مل کر اپنا مشترکہ نرخ نامہ شائع کر دیتے ہیں یا پھر ان کی محنت کے نرخ کا تعین ہوتا ہے جیسے مثلاً باربر (حجام) سب مل کر یہ طے کر لیتے ہیں کہ آئندہ سے حجامت یا غسل کے یہی نرخ گاہکوں سے وصول کیے جائیں گے۔ طلبہ یونین کا اصل مقصد تو سکول یا کالج کی انتظامیہ کے ناجائز دباؤ سے اپنے آپ کو نجات دلانا ہے، مگر ہمارے ہاں بدقسمتی سے ایسی یونینیں سیاست میں ملوث ہو کر سیاسی دھڑوں میں بٹ گئی ہیں۔ جسے کسی صورت مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ان اقسام میں سے سب سے اہم چونکہ مزدور یونین ہے، لہذا ہمارا روئے سخن صرف اسی حد تک محدود رہے گا۔ اگرچہ آج کل کی حکومتوں نے ان کے لیے بہت سے قوانین بھی بنا دیے ہیں اور مزدور عدالتیں (Labour Courts) بھی قائم کر دی ہیں۔ تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ محض قانون کے بل بوتے پر مسائل حل نہیں ہوا کرتے یہ شریعت اسلامیہ کا ہی خاصہ ہے

کہ اس نے مسائل کے حل کا دارومدار قانون سے زیادہ اخلاقیات پر رکھا ہے اور یہی چیز مسائل کے حل کی بہترین صورت ہے۔شریعت اسلامیہ معاشرہ کے ہر ہر فرد میں تقوی پیدا کرتی،انہیں خودغرضی سے اجتناب کی ترغیب دیتی اور ایثار و مروت جیسے بہترین اخلاق کا سبق دیتی ہے جس سے تنازعاتی مسائل اور فریقین میں باہمی چپقلش پیدا ہی نہیں ہوتی اور اگر پیدا ہو جائے تو ان سے عہدہ برآ ہونے کی جلد از جلد کوئی صورت نکل آتی ہے۔اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ہم یہاں دورنبوی کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے جن کا کسی چیز کی ملکیت کے بارے میں جھگڑا تھا ان میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی تھا کہ یہ چیز اس کی ہے اور اسے ورثہ میں ملی ہے۔مگر گواہ کسی کے پاس بھی نہیں تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں نے کسی کے حق میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دیا تو وہ سمجھ لے کہ میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔اس نصیحت اور وعید کا فریقین پر اتنا اثر ہوا کہ وہ دونوں اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اور ہر ایک کہنے لگا کہ ''یارسول اللہ! میرا حق میرے بھائی کو دیجئے،،آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ناممکن ہے کہ یہ چیز دونوں میں سے کسی کی بھی ملکیت نہ ہو۔لہذا اسے برابر برابر تقسیم کردو اور بذریعہ قرعہ اندازی ایک ایک حصہ لے لو اور ہر شخص دوسرے سے کہہ دے کہ میں نے اسے اپنے بھائی کے لیے حلال کر دیا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے،،۔(ابوداؤد۔کتاب الاقضیۃ باب فی قضا القاضی اذا اخطا)

مزدور کے حقوق وفرائض

موجودہ دور صنعتی دور ہے۔ایک کارخانہ دار سینکڑوں مزدور اپنے ہاں ملازم یا اجرت پر رکھتا ہے اور تا حد امکان ان سے معاشی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن دورنبوی صنعتی نہیں بلکہ غلامی کا دور تھا۔وہاں بھی یہی صورت حال تھی کہ جو شخص جس قدر مالدار ہوتا اسی نسبت سے اپنے غلاموں کی تعداد میں اضافہ کرکے ان سے فائدہ اٹھاتا اور ان کا معاشی ،استحصال کرتا تھا جس کی صورت یہ بھی تھی کہ وہ غلام روزانہ اتنے پیسے تو مالک کو دیا کرے گا۔باقی جو کچھ اس کمائی سے بچے گا وہ اسی کا ہوگا اور یہ تو واضح ہے کہ آج کے مزدور سے اس دور کے غلام کی حالت زیادہ ابتر تھی۔حتی کہ غلام اور لونڈیوں کی برسرعام خرید و فروخت بھی ہوتی تھی اور یہ راہ ورسم صرف ملک عرب تک ہی محدود نہ تھی بلکہ

دنیا بھر میں اس طرح کی غلامی کا دور دورہ تھا۔آج کا مزدور جب چاہے اپنی ملازمت چھوڑ سکتا ہے لیکن اس دور میں کسی غلام کے بھاگ جانے کے بھی تمام راستے بند کردیے گئے تھے۔

یہ بات ہمارے موضوع سے خارج ہے کہ اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لیے کیا کچھ اقدامات کئے اور اسے یکسر کیوں ممنوع قرار نہ دیا۔ہم سردست یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے آقا ومزدور کے درمیان تعلقات کی خوشگواری کے لیے کچھ اقدامات کیے اور وہ درج ذیل ہیں:

ا۔حقوق

آقا اور غلام، مالک اور مزدور، زمیندار یا جاگیردار اور کسان یا مزارع، مالک مکان اور کرایہ دار، ان سب انواع میں قدر مشترک یہ پائی جاتی ہے کہ آقا یا مالک اپنے آپ کو برتر اور فریق ثانی کو کہتر مخلوق سمجھتا ہے۔یہی تصور اسے فریق ثانی پر طرح طرح کی زیادتیوں پر دلیر بنا دیتا ہے اور جب تک یہ تصور موجود ہے، ان طبقوں میں تعلقات کی خوشگواری ناممکن ہوتی ہے۔اسلام نے اسی برتری کے تصور پر کاری ضرب لگائی۔اور ان کے حقوق کو متعین کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یاکل ولیلبسه مما یلبس ولاتکلفوهم مایغلبهم فان کلفتموهم فاعینوهم۔(بخاری۔کتاب الایمان۔باب المعاصی من امر الجاهلیة)

ترجمہ:تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔لہذا تم میں سے جس کے قبضے میں اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو ویسا ہی کھلائے اور پہنائے ،جیسا وہ خود کھاتا اور پہنتا ہے اور اس کو کوئی ایسا کام کرنے کو نہ کہے۔جس کو وہ کرنیکی استطاعت نہ رکھتا ہو اور کبھی اسے ایسا کام کرنے کو کہے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے۔

اس ارشاد نبوی سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

ا۔معاشرتی مساوات اور آقائی کے تصور کا خاتمہ:

فریق ثانی ہرگز کہتر مخلوق نہیں۔بلکہ وہ معاشرتی لحاظ سے آقا و مالک کے برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مزدور و مالک آپس میں بھائی بھائی ہیں۔لہذا آقا یا مالک کو اپنے غلام یا مزدور کے

ساتھ صرف برابری کا نہیں بلکہ بھائیوں کا سا سلوک کرنا چاہیے۔

۲۔معاشی استحصال کی ممانعت:

ارشاد نبوی ﷺ یہ ہے کہ مالک جو کچھ کھاتا اور پہنتا ہے وہی کچھ اپنے مزدور کو کھانے اور پہننے کو دے۔جس سے ازخود یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ نہ تو آقا یا مالک کو عیاشانہ اور امیرانہ زندگی بسر کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی مزدور کو صرف اتنا ہی معاوضہ دینے کی جس سے وہ بمشکل اپنی زندگی کو برقرار رکھ سکے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مالک اپنی خوراک و پوشاک کو اس سطح تک نیچے لائے ۔جس سطح تک وہ مزدور کی خوراک و پوشاک کی سطح کو بلند کرسکتا ہو۔تاکہ آقا کی معاشی برتری کا تصور ختم ہو سکے اور مزدور کا بھی معاشی استحصال نہ ہو۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس حدیث میں ارشاد تو غلام سے متعلق ہے جو صرف اپنی ذات میں غلام ہوتا تھا۔آج بھی اس کا اطلاق ان گھریلو ملازموں پر ہوگا جو گھر کا کام کاج کرتے ہیں۔تاہم بھائی چارہ کے رشتہ کا لحاظ رکھتے ہوئے درست طور پر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مالک کو اپنے مزدور کو اتنا معاوضہ ضرور دینا چاہیے کہ اگر وہ عیال دار ہے تو معروف طریقہ پر اس کی گزر بسر ہو سکے۔

۳۔تکلیف مالایطاق کی ممانعت:

تیسری بات آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ مزدور کو ایسا کام کرنے کو نہ کہے جس کی وہ استطاعت نہ رکھتا ہو۔یہیں سے مزدور کے اوقات کار کی تعیین کا اصول مستنبط ہوتا ہے کہ ایک عام انسان ایک دن میں یا ایک ہفتہ میں کس حد تک یا کتنے گھنٹے کام کرسکتا ہے جو اس کی صحت پر اثر انداز نہ ہو۔استطاعت کا یہی مفہوم ہے۔نیز بیماری کی صورت میں کام سے چھٹی یا رخصت بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔

علاوہ ازیں ہر انسان طبعی طور پر تفریح کا بھی دلدادہ ہوتا ہے۔علاوہ ازیں اپنے لواحقین کی شادی غمی میں شمولیت بھی اس کی ایک اہم ضرورت بلکہ مجبوری ہے۔لہذا ایسے موقعوں پر مزدور کو چھٹی نہ دینا بھی تکلیف مالایطاق اور استطاعت کے منافی ہوگا۔یہیں سے اس کی اتفاقی اور اضطراری چھٹیوں کے جواز کا اصول بھی مستنبط ہوتا ہے۔

۴۔زائد محنت کا معاوضہ:

اور چوتھی بات آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اگر مزدور سے کوئی ایسا کام کرانا ضروری ہو جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا۔تو خود بھی اس معاملہ میں اس کی مدد کرے۔اس سے دو اصول مستنبط ہوتے ہیں۔ایک یہ کہ اگر وہ کام ایک عام انسان کے بجائے دو یا تین آدمی مل کر ہی کر سکتے ہیں۔تو خود بھی اس میں مزدور کا ہاتھ بٹائے اور یہ بلند تر درجہ ہے تاکہ اس کے بالادستی اور برتری کے تصور کا بھی کسی حد تک علاج ہو سکے اور ایسا نہیں کر سکتا تو کم از کم اتنا ضرور کرے کہ اس کے ساتھ حسب ضرورت ایک دو آدمی مزید لگا دے۔اور دوسرا اصول یہ نکلتا ہے کہ مزدور کے دن بھر کام کرنے کے بعد بھی اگر کام کی نوعیت کا تقاضا یہی ہو کہ وہ بہرصورت اسی دن سرانجام پائے تو اس پر دوسرا مزدور لگائے یا اگر پہلا مزدور کام کرنے پر رضامند اور اتنی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ کام کو جاری رکھ کر سرانجام دے سکے تو اسے اس کا الگ معاوضہ ملنا چاہیے۔یہ معاوضہ کتنا ہو؟ برابر ہو یا زیادہ یا دگنا، یہ بات فریقین کے باہمی سمجھوتہ سے طے ہو سکتی ہے۔تاہم مزدور کو اس کے زائد وقت کار (Over Time) کا معاوضہ ضرور ملنا چاہیے۔

مندرجہ بالا حدیث چونکہ اس موضوع پر جامع ہے لہذا اس کا ذکر پہلے کر دیا گیا۔ورنہ ان حقوق کے متعلق انفرادی طور پر قرآن کریم میں بھی بہت سے ارشادات ودلائل مل جاتے ہیں۔نکاح کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے جس میں انسان ضرور اپنے کفو کی تلاش کرتا ہے۔کفو کا معنی یہ ہے کہ جس عورت یا مرد سے نکاح مطلوب ہے،اس کا مرتبہ معاشرتی یا معاشی اعتبار سے دوسرے کے برابر یا تقریبا برابر ہو۔ایسے ہی مواقع کے لیے اللہ تعالی نے مومنوں سے ارشاد فرمایا:

ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنت المؤمنت فمن ماملكت ايمانكم من فتيتكم المؤمنت والله اعلم بايمانكم بعضكم من بعض (۴/۲۵)

ترجمہ:تم میں سے جو شخص کسی خاندانی عورت سے(بوجہ زیادتی اخراجات)نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو،اسے چاہیے کہ تمہاری ان کنیزوں میں سے کسی سے نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔اللہ تمہارے ایمان کا حال خوب جانتا ہے۔تم سب ایک ہی طبقہ کے لوگ ہو۔

اس آیت کے آخری حصے **بعضکم من بعض** نے غلام اور آزاد یا غلام اور آقا کے درمیان معاشرتی

امتیاز کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے:

خود رسول اکرم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی بحکم الٰہی اپنے غلام زید بن حارثہ سے کردی تھی اور یہ واقعہ قرآن میں تفصیل سے مذکور ہے۔اس واقعہ سے تین مقاصد مطلوب تھے۔

ا۔آزاد یا آقا قسم کے لوگوں کی معاشرتی برتری کا خاتمہ۔

۲۔غلام اور غلامی کی نفسیات میں تدریجی تبدیلی کہ وہ اپنے آپ کو ایک کمتر مخلوق سمجھنے کے بجائے معاشرہ کے ذمہ دار افراد تصور کریں۔

۳۔معاشرہ کے عام رواج کے خلاف یہ شرعی ضابطہ کہ متبنی حقیقی بیٹے کی جگہ نہیں لے سکتا۔نہ ازروئے حرمت وحلت نکاح اور نہ ہی ازروئے وراثت۔

یہ اسی تعلیم کا اعجاز تھا کہ ایک دفعہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گھوڑے پر سوار اور اس کے غلام کو پیچھے پیدل چلتے دیکھا تو اس گھڑسوار سے فرمایا''اپنے غلام کو بھی اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کرلو کیونکہ وہ تمہارا بھائی ہے اور وہ بھی ویسی ہی روح رکھتا ہے جیسی تم رکھتے ہو،،۔(جدید ذہن کے شبہات ۶۵)

یہی حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے کوئی شخص (اپنے غلام کے بارے میں) یہ نہ کہے کہ!یہ میرا غلام اور یہ میری لونڈی ہے۔اس کے بجائے اسے یوں کہنا چاہیے کہ یہ میرا خادم اور یہ میری خادمہ ہے۔،،(حوالہ ایضا)اور عجیب تر معاملہ یہ ہے کہ بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کو آزاد مردوں سے بھی بلند مرتبہ عطا فرمایا۔بشرطیکہ وہ اس کے اہل ہوں۔مثلاً غزوہ موتہ کے موقعہ پر آپ نے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہؓ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔اسی طرح اپنی وفات سے قبل جو لشکر آپ نے ترتیب دیا اس کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔اسی طرح اپنی وفات سے قبل جو لشکر آپ نے ترتیب دیا اس کا سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ کو مقرر فرمایا۔حالانکہ ان لشکروں میں اکابرین صحابہؓ بھی موجود تھے۔مسلمانوں کے دل میں صرف یہ خیال ہی پیدا نہ ہوا بلکہ بعض مسلمانوں کی زبان پر بھی یہ شکوہ آ گیا۔جس کا آپ نے شافی ووافی جواب دے کر انہیں مطمئن کردیا۔

اسلام نے غلام کو معاشرتی لحاظ سے اتنا بلند تر درجہ عطا فرما دیا کہ وہ مسلمانوں کا بادشاہ بھی بن سکتا ہے

۔ارشادنبوی ہے:

ان امو علیکم عبد مجدع یقودکم بکتاب الله فاسمعوا له واطیعوا. (مسلم۔کتاب الامارۃ۔باب اطاعۃ الامراء)

ترجمہ: اگرتم پرنکٹا غلام امیر بنادیا جائے تو جب تک وہ تمہیں شریعت کے مطابق چلاتا ہے،اس کی بات سنواوراس کا حکم مانو۔

اورحقیقت بھی یہی ہے کہ اسلامی حکومت میں کئی غلام بادشاہ ہوگزرے ہیں اورہندوستان میں توغلام خاندان مدتوں حکومت کرتا رہا ہے۔

اسی تربیت کا یہ اثر تھا کہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورخلافت میں بھی حضرت بلالؓ کو(جوآزادشدہ غلام تھے)سیدنا بلال کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

غلاموں سے حسن سلوک کے متعلق بھی قرآن میں واضح ہدایت موجود ہے۔اللہ تعالی نے جہاں حسن سلوک کے مستحق افراد کاذکرفرمایا تواس میں غلاموں کا بھی ذکر کیا۔ارشاد باری ہے:

وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل وماملکت ایمانکم (۴/۳۶)

ترجمہ: اپنے والدین سے بھی حسن سلوک سے پیش آؤاورقرابت داروں یتیموں مسکینوں،رشتہ دارہمسائے،اجنبی ہمسائے،پہلو کے ساتھی،مسافراورلونڈی غلام سب سے اچھا سلوک کرو۔

ایک اورمقام پرمؤمنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا (۷۶/۸)

ترجمہ: اوراس بات کے باوجود کہ انہیں خودکھانے کی خواہش (حاجت)ہوتی ہے وہ فقیروں،یتیموں اوراسیروں کوکھانا کھلاتے ہیں۔

اوراسیران جنگی قیدیوں کوکہتے ہیں جوغلام بنالیے جاتے ہیں۔انہیں کھلانے پلانے کی اللہ تعالی نے ایسے ہی تاکیدفرمائی جیسا کہ مسکینوں اوریتیموں کے لیے فرمائی ہے۔اس تاکید کابعض مسلمانوں پراس قدراثرہوا کہ خودتوکھجوریں کھا کر پیٹ بھرلیتے مگرغلاموں کوگندم کی روٹی کھلاتے تھے۔

۲۔حقوق کاتحفظ

ہم پہلے بتلاچکے ہیں کہ آج کے مزدور سے دورنبوی کے غلاموں کا مرتبہ معاشرتی لحاظ سے فروتر تھا۔اس

☆ادفع بالتی ھی احسن وترفق بالناس واطفی العداوات وسالم اعداء ک وکثر اصدقاء ک.☆

دور میں رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کے بنیادی حقوق (یعنی جان و مال اورعزت کے تحفظ) میں آزاد اور غلام کے درمیان کوئی امتیاز روانہیں رکھا۔ پہلے اب تک جو کچھ بیان ہوا وہ اجتماعی احکام وارشادات تھے اب ہم اس سلسلہ میں چند انفرادی واقعات کا ذکر کریں گے۔

ا۔مزدور کی عزت نفس

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جس پایہ کے صحابی تھے وہ سب جانتے ہیں۔آپ السابقون الاولون میں سے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کو آپ سے خصوصی محبت اور پیار تھا۔آپ انتہادرجہ کے قناعت پسند اور زائد از ضرورت مال اپنے پاس رکھنا حرام سمجھتے تھے۔حضرت معرور بیان کرتے ہیں کہ میں ربذہ میں حضرت ابوذرؓ سے ملا۔وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اوران کا غلام بھی ویسا ہی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میں نے ایک شخص اِسے گالی گلوچ کی اوراس کو ماں کی گالی دی۔تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

یـاابـاذر عیرته بامه انک امرء فیک امر الجاهلیة (بخاری۔کتاب الایمان،باب المعاصی من امرالجاھلیۃ)

ترجمہ:اے بوذر!تونے اسے (حضرت بلالؓ کو)اس کی ماں سے عار دلائی ہے۔تو ایسا شخص ہے جس میں ابھی تک جاہلیت کا اثر باقی ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے غلاموں کے متعلق وہی کچھ ارشاد فرمایا جو ہم ابتدا میں درج شدہ حدیث میں بیان کر چکے ہیں غور فرمائیے کہ عزت نفس کے حق کی اس قدر پاسداری ،اوروہ بھی غلاموں اور مزدوروں کے لیے،اسلامی معاشرہ کے علاوہ کسی اور معاشرہ میں مل سکتی ہے؟

۲۔مالک کوظلم وزیادتی کی سزا:

ایک دفعہ ایک فریادی روتا چلاتا دربارنبوی میں آیا اور عرض کی:''یارسول اللہ!میں ایک غلام ہوں۔میرے مالک نے مجھے ایک لونڈی کا بوسہ لینے کی پاداش میں خصی کردیا ہے۔آپ ﷺ نے مالک کو بلایا لیکن وہ حاضر نہ ہوا۔اس پر آپ ﷺ نے یک طرفہ فیصلہ دے دیا اور فرمایا: **اذهب انت حر** (جا تو آزاد ہے)اس غلام نے عرض کی کہ اگر میرے مالک نے مجھے پکڑ کر دوبارہ غلام بنالیا تو پھر میری مدد کون کرے گا؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا **علی کل مسلم** (یعنی

ہر مسلمان پر تمہاری مدد کرنا فرض ہے۔گویا مسلم معاشرہ یا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس معاملہ میں تمہاری مدد کرے گا)(ابن ماجہ۔کتاب الدیات)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱۔اس دور میں غلام کو مار پیٹ تو درکنار خصی تک کر دینا مالک کو حق سمجھا جاتا تھا۔

۲۔اگر کوئی غلام بھاگنے کی کوشش کرتا تو تمام معاشرہ مالک کی حمایت کرتا اور غلام کو پکڑ کر اس مالک کے حوالے کرنے میں ممد ہوتا تھا۔

۳۔اسلام نے غلاموں کو مارنے یا اس طرح ظلم کرنے پر مالک کے لیے یہ سزا تجویز فرمائی۔کہ ایسے مالک کے مالکانہ حقوق کا ہی خاتمہ کر دیا اور ایسے غلاموں کے لیے آزادی کی سند عطا فرمائی۔

بعد میں صحابہ کرام میں یہ دستور چل نکلا کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مارتا پیٹتا تو دوسرا اصحابی اسے برملا کہہ دیتا کہ اب سے آزاد کردو۔چنانچہ دورِ صحابہ میں اس طور پر بھی غلاموں کی کثیر تعداد کو آزادی ملی۔اسے کہتے ہیں عزت کی حفاظت۔

۳۔معاشی حقوق کا تحفظ:

اب معاشی حقوق کی طرف آیئے۔اس دور میں غلاموں کا کوئی مالی حق تھا ہی نہیں۔البتہ مزدوروں کے حقوق کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بہت مشہور ہے جو یہ ہے کہ:

اعطر االاجیر الاجر قبل ان یجف عرقه .

ترجمہ:مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کردو۔

جس طرح غلام یا مزدور اپنے آقا کا زیردست ہوتا ہے۔اسی طرح عورت بھی مالی حقوق کے معاملہ میں اپنے خاوند کی زبردست ہوتی ہے۔دورِ نبوی کا واقعہ ہے کہ ہندؓ بنت عتبہ بن ربیعہ زوجہ ابوسفیانؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ شکایت کی کہ:

ان اباسفیان رجل مسیک فھل علی جرج ان اطعم من الذی له عیالنا؟قال لااراه الابالمعروف. (بخاری۔کتاب المناقب۔باب ذکر ھند بنت عتبۃ)

ترجمہ:ابوسفیان بڑا بخیل آدمی ہے۔اگر میں اس کے مال سے بال بچوں پر خرچ کرنے کے لیے لے لوں تو مجھ پر کچھ گناہ تو نہ ہوگا؟آپ نے فرمایا:میں سمجھتا ہوں اس میں کچھ گناہ نہیں مگر یہ خرچ

لینا معروف طریق پر ہونا چاہیے۔اس حدیث سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱۔اگر مالک مزدور کو معروف کے مطابق (یعنی واجبی) معاوضہ نہیں دیتا۔تو یہ مقدمہ عدالت میں لے جایا جاسکتا ہے۔

۲۔اگر مزدور کی بات درست ثابت ہو تو عدالت مداخلت کرکے زیر دست کا حق دلوانے کا اختیار رکھتی ہے۔

مزدور کے مالی حقوق سے متعلق دور فاروقی کا یہ واقعہ نہایت اہم ہے کہ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے چند غلاموں نے کسی شخص کا اونٹ چوری کیا اور اسے ذبح کرکے کھا گئے۔حضرت عمرؓ کے ہاں مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے ان غلاموں کے ہاتھ قطع کرنے کا فیصلہ دے دیا۔بعد میں آپ کو یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان غلاموں نے بھوک سے مجبور ہوکر اضطراری طور پر یہ حرکت کی ہو۔یہ خیال آہستہ آہستہ یقین کی صورت اختیار کرگیا۔تو آپ نے ان غلاموں کی سزا موقوف کردی اور ان کے مالک حاطب بن ابی بلتعہ کو بلا کر سخت تنبیہ کی کہ تم اپنے غلاموں کو بھوکا رکھتے ہو جس کی وجہ سے انہوں نے اونٹ چوری کیا۔اگر آئندہ ایسی شکایت پیدا ہوئی تو میں ان کے بجائے تمہیں سزا دوں گا۔(اسلامی ریاست۱۸۲۔بحوالہ المغنی لابن قدامہ ۱۰:۲۸۸۱)

اس واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو مالک اپنے ماتحتوں کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا۔حکومت اسے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرسکتی ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں اسے سزا بھی دے سکتی ہے۔

۴۔قصاص میں مساوات

جہاں تک جان کی حفاظت اور اس کے حق کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں ارشاد نبویﷺ نہایت واضح ہے۔آپﷺ نے فرمایا:

''جو شخص ہمارے کسی غلام کو قتل کرے گا،وہ اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا،جو اس کی ناک کاٹے گا،اس کی ناک کاٹی جائے گی اور جو اس کو خصی کرے گا،اس کو خصی بھی کرادیا جائے گا،،۔(بخاری ۔مسلم۔ترمذی۔نسائی۔ابوداؤد بحوالہ جدید ذہن کے شبہات ترجمہ الشبہات حول الاسلام از سید قطب شہید۶۳)

آج کا مالک اپنے ملازم،مزدور یا کسان کو قتل کرنے یا اسے مجروح بنانے کا اختیار نہیں رکھتا۔مگر اس کی

عزت اور مالی حقوق پر ڈاکہ ڈال سکتا ہے۔غور فرمائیے اگر وہ ان احکام شریعت کا خیال رکھے تو اس پر کسی قسم کی زیادتی کرسکتا ہے؟یا اگر وہ فی الواقعہ اپنے مزدور یا ملازم کو اپنا بھائی سمجھے،تو ان میں کاروباری منافرت پیدا ہوسکتی ہے؟

۳۔تصویر کا دوسرا رخ مزدور کی ذمہ داریاں

اسلام نے اگر مالک ومزدور کی معاشرتی سطح کو برابر کرنے، مالک کو مزدور کی عزت نفس کا خیال رکھنے،اس کے مالی حقوق کی نگہداشت اور استحصال سے ممانعت اور معاوضہ کی بروقت ادائیگی کے لیے احکامات صادر فرمائے ہیں تو دوسری طرف اس مزدور یا ملازم طبقہ کے لیے بھی کچھ احکام وارشادات موجود ہیں۔جو درج ذیل ہیں۔

ا۔مالک کا احترام

آقا وغلام یا مالک ومزدور اور ملازم کی معاشرتی سطح برابر کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسلام نے فرق مراتب کو ہی ختم کردیا ہے۔مراتب کا فرق بہرحال بدستور باقی رہے گا۔اس کی مثال یوں سمجھئے کہ والدین اور اولاد کی معاشرتی سطح تو پہلے ہی ایک ہوتی ہے۔پھر والدین کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کا حکم بھی دیا گیا ہے۔تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب والدین اور اولاد ہر لحاظ سے ایک سطح پر آگئے ہیں، بلکہ دوسری طرف اسلام نے اولاد کو اپنے والدین کے ادب واحترام،ان کی خدمت اور ان سے حسن سلوک کی انتہائی تاکید فرمائی۔یہی صورت حال ہمارے زیر بحث مسئلہ میں بھی ہے۔فرق مراتب کا لحاظ رکھنے سے متعلق اسلام نے ایک عام اصول دیا ہے جو یہ ہے کہ:

من لم یوقر کبیرنا و یرحم صغیرنا فلیس منا.

ترجمہ:جس شخص نے ہمارے بڑے کی عزت نہ کی یا جس نے ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کی تو ایسے لوگوں کا ہم سے کچھ تعلق نہیں۔

اور یہ تو واضح ہے کہ آقا وغلام یا مالک ومزدور میں پہلے طبقہ آقا ومالک کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔لہذا اگر آقا ومالک کو اپنے غلام یا ملازم یا مزدور سے حسن سلوک اور ان پر شفقت کرنے کا حکم ہے۔تو دوسرے طبقہ پر بھی لازم ہے کہ اپنے آقا ومالک کی عزت وتوقیر کا خیال رکھے۔مالک اگر مزدور کو اپنا چھوٹا بھائی سمجھتا ہے تو مزدور بھی اپنے مالک کو بڑا بھائی سمجھ کر اس سے اچھا سلوک کرے

اوراس کی عزت وتکریم کرے۔

۲۔مالک کے احسان کااعتراف

اللہ تعالی نے ایک مقام پرانسان کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ان اشکرلی ولوالدتک(۳۱/۱۴)

ترجمہ: میرابھی شکراداکرواوراپنے والدین کابھی۔

اوردوسرے مقام پراس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وقل رب ارحمھماکماربیانی صغیرا(۲۴/۱۷)

ترجمہ:اور(انسان پرلازم ہے کہ وہ اپنے والدین کے حق میں دعاکرتے ہوئے)کہے کہ اے میرے پروردگارمیرے والدین پررحم فرماکیونکہ انہوں نے بچپنے میں میری تربیت کی۔

اب دیکھئے کہ حقیقی پروردگارتواللہ تعالی ہے جس کاابتداء میں ذکرہوا۔پھردوسرے نمبرپرتربیت کنندگان والدین ہیں۔جن کابعدمیں ذکرہوا۔اسی ترتیب سے شکریہ بھی اداکیاجاناچاہیے۔پہلے اللہ تعالی کاپھروالدین کا۔کیونکہ اللہ تعالی کے بعدوالدین تربیت کے لیے واسطہ بنے ہیں۔

اب سے آگے چلئے۔تیسرے نمبرپرمالک مزدوروغیرہ کی تربیت کاواسطہ بنتاہے۔جس سے واضح طورپریہ نتیجہ نکلتاہے۔کہ ملازم یامزدورکواللہ تعالی اوروالدین کے بعداسی ترتیب سے مالک کاشکریہ بھی اداکرتے رہناچاہیے اوراس کایہ احسان سمجھناچاہیے کہ اس کے واسطہ سے اسے روزی مل رہی ہے۔واضح رہے کہ شکرکالفظ کسی احسان کے صلہ کےطورپرہی استعمال ہوتاہے۔

کلتکم راع وکل کم مسؤل فالامام راع وھومسؤل والرجل راع علی اھلہ وھومسؤل والمراء قراعیة علی بیت زوجھاوھی مسؤلة والعبدراع علی مال سیدہ وھومسؤل الاکلکم راع وکلکم مسؤل (بخاری . کتاب النکاح.باب قواانفسکم واھلیکم نارا)

ترجمہ:تم میں سے ہرکوئی مختارونگران ہے۔توجوچیزکسی کے حلقہ اختیار میں ہے اس کے متعلق وہ ذمہ داراورمسؤل ہے،بادشاہ نگران ہے اوراس سے بازپرس ہوگی۔اورہرشخص اپنے گھروالوں پرنگران ہے وہ بھی عنداللہ مسئول ہے اورعورت اپنے خاوندکے گھرکی محافظ ہے۔اس سے بھی بازپرس ہوگی۔غلام

اورمزدوراپنے مالک کے مال کانگران ہے۔اس سے بھی اس کی باز پرس ہوگی۔یادرکھو!تم میں سے ہرکوئی نگران ومحافظ ہےاور ہرایک سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جومزدوراپنے مالک کا خیرخواہ نہیں اوراسے کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کرتاہے خواہ یہ نقصان اوقات کارمیں غیرحاضر رہنے سے ہویاکام چوری سے یااملاک کوخرد برد کرنے یانقصان پہنچانے سے ہویاکسی دوسرے ذریعہ سے ہوتو بھی وہ اسی طرح خائن اور مجرم ہے۔جس طرح ایک بیوی اپنے میاں کامال خرد برد کرنے پرخائن اورمجرم ٹھہرتی ہے اورقیامت کے دن ایسے لوگوں سے پوری پوری باز پرس ہوگی۔

۴۔کام چوری اورسینہ زوری سے اجتناب

جس طرح طے شدہ معاوضہ کے مقابلہ میں کام چوری گناہ اورزیادتی کا کام ہے۔بالکل۔اسی طرح محنت کے مقابلہ میں مالک سے زیادہ اجرت کامطالبہ کرنااوراسے اس مطالبہ کوتسلیم کرنے پرمجبورکرنابھی زیادتی ہے۔دورفاروقی کاایک واقعہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کاایک غلام ابولوءلوء فیروزنامی تھا۔جوایک ماہرصناع تھااس نے حضرت عمرؓ کے پاس اپنامقدمہ پیش کیاکہ میرے مالک (حضرت مغیرہ بن شعبہؓ) نے مجھ پریومیہ ادائیگی زیادہ عائدکررکھی ہے آپ کم کرادیجئے ۔حضرت عمرؓ نے پوچھاکہ تمہاری یومیہ ادائیگی کیاہے؟اس نے جواب دیا۔''دودرم روزانہ،، پھرآپ نے پوچھاکہ''تم کیاکچھ کام جانتے ہو،،؟اس نے کہا۔''نجاری۔نقاشی اورآہن گری،،۔آپ نے فرمایا۔تمہاری مہارت کے مقابلہ میں یہ ادائیگی کچھ زیادہ نہیں۔اوراس کامقدمہ خارج کردیا۔(الفاروق شبلی نعمانی ۷۷امطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

اگرچہ مذکورہ واقعہ میں مہارت کے مقابلہ میں کم ادائیگی کرنے کامطالبہ ہے اورہمارا مسئلہ محنت کے مقابلہ میں زیادہ اجرت کامطالبہ ہے لیکن ماحصل دونوں کاایک ہے اوردونوں میں عدوان کاپہلو پایاجاتاہے۔جس کے متعلق اللہ تعالی کاواضح ارشادہے کہ:

لاتعاونواعلی الاثم والعدوان ۵/۲)

ترجمہ:گناہ اورزیادتی کےکام پرہرگزایک دوسرے کاتعاون نہ کرو۔

لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ یونین کامقصداوراتحادہی اس بات پرہوتاہے کہ کام توکم سے کم

☆وزع الاعمال ولا تجمعها فيى وقت واحد بل اجعلها فى فترات وبينهااوقات للراحة ليكون عطاؤك جيدا.☆

کیا جائے اور مالک سے سینہ زوری کے ذریعہ معاوضہ زیادہ وصول کیا جائے۔

مالک ومزدور کے تنازعہ کا مستقل علاج

ان تمام تر تصریحات کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مزدور یونین کا مقصد اپنی محنت کے مقابلہ میں جائز حد تک اپنے حقوق کا مطالبہ ہو۔تو بالکل درست اور جائز ہے لیکن اگر یونین سازی کا مقصد کام چوری اور سینہ زوری ہو کہ اس اتحاد اور ہڑتالوں کے ذریعہ مالک کو اس بات پر مجبور کر دیا جائے کہ ان کا معاوضہ بڑھائے اور انھیں ملازمت سے جواب بھی نہ دے سکے۔تو ایسی یونین سازی کی اسلام قطعا اجازت نہیں دیتا اور ایسا اتحاد نیکی کے بجائے بدی پر اتحاد سمجھا جائے گا۔

موجودہ دور کی حکومتوں نے مزدوروں کی اس زیادتی کے مقابلہ میں مالکوں کو تالہ بندی (lock out) کا حق دیا ہے جس کے ذریعہ وہ ملازموں اور مزدوروں کو کچھ عرصہ کے لیے بے روزگار بنا سکتا یا پریشان کر سکتا ہے،مگر اس سے بھی مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ فریقین میں مقدمہ بازی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔جس میں کبھی مزدور جیت جاتے ہیں اور کبھی مالک۔تاہم فریقین میں جو باہمی کشیدگی باقی رہ جاتی ہے وہ باہمی تعلقات کی خوش گواری میں رکاوٹ بنی رہتی ہے۔جس سے صنعت اور کاروبار سخت متاثر ہوتا ہے اور بعض دفعہ تو صنعت کار یہ دھندا ہی ختم کر دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں،محض قانون کے بل بوتے پر مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مزید مسائل پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ان کا اصل حل وہی ہے جو اسلام نے اختیار کیا ہے۔یعنی مسائل کے حل کا زیادہ تر انحصار اخلاقیات پر رکھا ہے۔وہ قانون کا سہارا صرف اس وقت لیتا ہے جبکہ دونوں کے بھوت کسی تل پر نہیں آتے اور اخلاق کی پاکیزگی اور عمدگی کے لیے تقوی کی ضرورت ہے۔لہذا اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کر کے اور لوگوں کو ان کا پابند بنا کر ان میں تقوی پیدا کیا جائے ۔جو ہر طرح کے دنیوی اور اخروی مسائل کا واحد حل ہے۔اگر لوگوں میں تقوی پیدا ہو جائے تو یونین سازی جیسے مسائل جو محض فروعی مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں،از خود حل ہوتے چلے جائیں۔

مراجع ومصادر

۱۔قرآن کریم

۲۔بخاری شریف

۳۔مسلم شریف

۴۔ابوداؤدشریف

۵۔ابن ماجہ شریف

۶۔شبہات حول الاسلام ،سید قطب شہید

اردو ترجمہ بنام جدید ذہن کے شبہات ،مترجم محمد سلیم کیانی ایم۔اے ،دارالقرآن۔کویت

۷۔اسلامی ریاست ،شمیم حسین قادری سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ لاہور،علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب۔لاہور

۸۔الفاروق ،شبلی نعمانی ،سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

احسن القواعد الترکیبیہ

درسی عربی کتب کی عبارات کی ترکیب کے قواعد آسان انداز میں

جناب مولانا محمد احسن اویسی کی نئی پیش کش......از افادات مفتی لیاقت حسین مظہری صاحب

صدر مدرس جامع العلوم مرکزی عیدگاہ خانیوال

ملنے کا پتہ: دارالعوم حنفیہ غوثیہ پی ای سی ایچ سوسائٹی بلاک ۲ کراچی

ہماری تجوید

حافظ قاری شیخ غلام مصطفیٰ کشمیری

تجوید کے قواعد پر آسان کتاب............طلبہ مدارس عربیہ کے لئے تحفہ

ملنے کا پتہ: مکتبہ برکات المدینہ جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

☆اقبل الناس علی ماالھم علیہ وسامح مایبدو منھم واعلم ان ھذہ ھی سنۃ اللہ فی الناس والحیاۃ.☆